البدایہ والنہایہ کاایک مطالعہ مصدر سیرت کی حیثیت سے

An Analytic Account of 'Al-Bidaya Wan-Nehaya' as A source af 'Seerah-Writing'.

ڈاکٹر عطاء الرحمٰن*

ڈاکٹر رشاد احمد*

Abstract:

Hafiz Ibn-e-Kaseer's 'Al-Bidaya Wan-Nehaya' maintains a remarkable position in the field of historiography. In this valuable book, he has described the occurrences of the important nations of the past and the epochs of the previous Prophets up to his own era. Although 'Al-Bidaya Wan-Nehaya' is basically a book of 'History', yet the worthy author has referred to numerous salient events pertaining to the life and mission of the holy Prophet (SAW). A considerable portion of the book, about two thousand pages, relates to the biograph of the Holy Prophet (SAW).

Hafiz Ibn-e-Kaseer's mode of 'Seerah-writing' differs from all other biographers in certain aspects. There are some distinctive marks which distinguish his biography from others. The following Article is an analytic account of the characteristic features and merits as well as deficiencies and shortcomings of 'Al-Bidaya wan-Nehaya' with special reference to the science 'Seerat-Writing' and it aims at determining its credibility as a source of Prophetic Biography

---

حافظ عمادالدین اسمٰعیل بن عمرو بن کثیرؒ (المتوفی ۷۷۴ھ/۱۳۷۲ء) آٹھویں صدی ہجری کے ایک ممتاز عالم دین تھے۔آپ کو تفسیر، فقہ، تاریخ، سیرت اور تراجم کے فنون میں ماہرانہ فنی ادراک تھا اور ان فنون میں اپنے ہم عصر علماء میں امتیازی حیثیت کے حامل تھے۔آپ کی تفسیری عظمت اور

---

* چیئرمین ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اسٹڈیز یونیورسٹی آف ملاکنڈ، چکدرہ دیر (لوئر)

** اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پشاور یونیورسٹی۔

تاریخی شہرت ان کی تفسیر القرآن الکریم اور عام اسلامی تاریخ البدایہ والنہایہ جیسے عظیم علمی کارناموں کی مرہون منت ہے۔آپ کی سیرت نبوی کا حصہ عام تاریخی کتاب البدایہ والنہایہ کے تقریباً انیس سو صفحات پر مشتمل ہے[۱]

بطور ماٰخذ سیرت کسی کتاب کا مقام اور اس کی اہمیت اس وقت تک آشکارا اور متعین نہیں ہو سکتی جب تک اس کی خصوصیات و محاسن پر بحث نہ کی جائے اور اس کے کمزور پہلوؤں کی نشاندہی نہ کی جائے تاکہ دونوں پہلوؤں کو اجاگر کرکے بحیثیت ماخذ سیرت اس کے صحیح مقام کا تعین ہو سکے۔اس لیے ہم اس تحقیقی مقالے میں البدایہ والنہایہ میں سیرت نبوی سے متعلق ابواب کی خصوصیات اور ان کے محاسن اور آخر میں ان کے کمزور پہلوؤں کی نشاندہی کریں گے تاکہ مصدر سیرت کی حیثیت سے البدایہ والنہایہ کے مناسب مقام کا تعین کیا جاسکے۔

البدایہ النہایہ میں وارد سیرت نبوی سے متعلق ابواب کی ترتیب وتدوین میں حافظ ابن کثیر کا منہج کچھ حوالوں سے سابقہ سیرت نگاروں سے مختلف ہے ۔آپ کا یہ امتیاز ہے کہ سیرت نبوی کا ذکر کرتے وقت سب سے پہلے قرآن کریم کی طرف رجوع کرتے ہیں۔سیرت نبوی کی ابتداء سورہ انعام کی آیت "الله أعلم حيث يجعل رسالته"[۲] سے کیا ہے۔مغازی رسول میں غزوہ بدر کے واقعات شروع کرنے سے پہلے یہ آیت کریمہ "وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُواْ اللهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ" [۳] درج کی ہے۔اسی طرح آپ نے سیرت نبوی اور انبیاء کرام کے واقعات وحالات میں تقریباً چھ ہزار مقامات پر مختلف آیات ذکر کی ہیں۔اسی طریقہ کار سے ایک طرف تو حافظ ابن کثیرؒ کی قرآن فہمی کا بھرپور احساس ہوتا ہے تو دوسری طرف سیرت نبوی کے واقعات سے گہری واقفیت کا پتہ چلتا ہے۔

حافظ ابن کثیر کی سیرت کی دوسری بڑی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے اس میں سیر و مغازی اور تاریخ کی معروف کتابوں، مشہور تفاسیر ،سابق آسمانی کتابوں، فن جرح و تعدیل، تراجم اور نقد رجال کی فنی کتابوں کے علاوہ حدیث کے وسیع ذخائر صحاح اور مسانید و سنن کے مجموعوں سے مواد اخذ کیا ہے۔ انہوں نے علم حدیث کے فنی اختصاص کی روشنی میں اپنے مصادر سیرت کا انتخاب کیا ہے اور عام طور پر ان مورخین اور سیرت نگاروں کو چنا ہے جن کی فن حدیث میں علمی اور تصنیفی حیثیت مسلّم تھی ، بالخصوص ابن اسحاق، ابن ہشام ، سہیلی، ابن جریر طبری، محمد بن عمر واقدی اور ابن عساکر ان میں نمایاں ہیں۔شمائل کے حصے کا خاکہ آپ نے امام ترمذی سے حاصل کیا اور دلائل النبوۃ کے حصہ میں امام بیہقی اور امام ابو نعیم

الاصفہانی کا اتباع کیا۔ چنانچہ رسول اللہؐ پر پہلی وحی کے متعلق(۴) سب سے پہلے تاریخ طبری سے عبداللہ بن عباس اور سعید بن مسیّب کے اقوال سے بحث شروع کرتے ہیں۔(۵) اس کے بعد صحیح بخاری سے بروایت ابن شہاب زہری عن عروۃ عن زبیر عن عائشہ طویل روایت (۶) اور جابر بن عبداللہ کی روایت (۷) نزول وحی کے متعلق ذکر کرتے ہیں اس ضمن میں یہ تحقیق بھی فرماتے ہیں کہ نزول وحی کا واقعہ منامی (خواب) کا تھا یا بیداری کا۔ اس بارے میں سب سے پہلے ابن اسحٰق کا قول نقل کرتے ہیں کہ یہ خواب کا واقعہ تھا(۸)،اس کے بعد بحوالہ مغازی موسیٰ بن عقبہ امام زہری سے نقل کرتے ہیں کہ پہلے یہ واقعہ رسول اللہؐ نے خواب میں دیکھا تھا اور پھر یہی واقعہ دوبارہ بحالت بیداری پیش آیا(۹)۔ پھر اس دوسرے قول کی تائید میں حافظ ابو نعیم کی کتاب سے روایت نقل کرتے ہیں(۱۰)۔ نزول وحی کی ابتداء کے وقت رسول اللہؐ کی عمر کے بارے میں عامر الشعبی سے روایت نقل کرنے کے بعد غار حرا میں نزول وحی سے پہلے رسول اللہؐ کی عبادت کی تحقیق کے سلسلے میں ابن ہشام (۱۱)، وغیرہ سے نقل کرتے ہیں اور اس کے ساتھ پہلے نازل ہونے والی آیت، نزول کا دن اور مہینے کے بارے میں تفصیلات ابو قتادہ، ابن عباس، ابو جعفر الباقر، حضرت جابر، عبید بن عمیر، محمد بن اسحٰق، محمد بن عمر الواقدی، امام بخاری اور امام مسلم سے نقل کرتے ہیں(۱۲)۔ ورقہ بن نوفل کے ایمان کے بارے میں امام احمد(۱۳)، حافظ ابو بکر البزار(۱۴)، ابن عساکر(۱۵) وغیرہ سے روایات نقل کرنے کے بعد ایک عجیب وغریب روایت جو کہ حافظ ابو بکر البیہقی نے نقل کی ہے، (۱۶) ذکر کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ پر پہلے نازل ہونے والی وحی سورۃ فاتحہ تھی۔

حافظ ابن کثیر کی سیرت نبوی کی تیسری خوبی یہ ہے کہ آپ نے تاریخ اور علم الحدیث میں عجیب امتزاج کے حامل ایک جدید اسلوب کی بنیاد ڈالی ہے۔ اور محدثین و مورخین کے دو مختلف فنون کو یکجا کیا ہے۔ نمونے کے طور پر ذیل میں دو مقامات کی طرف توجہ دلانا مناسب رہے گا تاکہ تاریخی واقعات کو پیش کرنے میں حافظ ابن کثیر کا انداز معلوم ہو جائے ۔

آپ نے واقعہ معراج کے زمانے کے بارے میں ابن عساکر اور حافظ بیہقی سے اختلافی روایات نقل کی ہیں، اس کے بعد ابن اسحٰق کی طویل روایت جو سیرت ابن ہشام میں بکائی کے واسطے سے منقول ہے ذکر کی ہے (۱۷)۔ پھر ابن اسحاق کی وہ روایت جس کو امام بیہقی نے یونس بن بکیر سے روایت کی ہے ، نقل کرنے کے بعد رؤیت باری تعالیٰ کے بارے میں دونوں گروہوں کے علماء یعنی عبداللہ بن عباس اور دیگر صحابہ و تابعین حضرات اور حضرت عائشہ ، عبداللہ بن مسعود اور انکے پیروکاروں کا نقطہ نظر پیش کیا ہے(۱۸)۔ اس کے بعد یہ "اختلاف کہ کیا یہ واقعہ خواب کا ہے یا بیداری کا بیان کرتے ہیں"(۱۹)۔ اس کے

بعد امام بخاری کی وہ مفصل روایت جو معراج کے باب میں ہے، ذکر کی ہے (۲۰)۔ اس ضمن میں دوسرا واقعہ بیعت عقبہ ثانیہ کا ہے۔ اس بارے میں آپ ابن اسحٰق کی وہ روایت جو سیرت ابن ہشام میں مذکور ہے پہلے نقل فرماتے ہیں (۲۱)۔ اس کے بعد امام احمد کی وہ روایت جو امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ذکر کی ہے نقل فرماتے ہیں (۲۲)۔ پھر اس واقعہ میں اس اختلاف کو جو امام احمد، امام بیہقی اور البزار سے منقول ہے بیان فرماتے ہیں (۲۳)۔ آپ عروہ عن زبیر اور موسیٰ بن عقبہ سے ان حضرات کی تعداد نقل کرتے ہیں جو بیعت عقبہ ثانیہ میں مسلمان ہوئے تھے (۲۴)۔ اس کے بعد ابن اسحٰق کی روایت کی طرف پھر رجوع کرتے ہیں اور ان تفاصیل کی طرف لوٹتے ہیں جو ابن اسحٰق نے ذکر کی ہیں۔ عقبہ ثانیہ میں شریک بعض افراد کے اسمائے گرامی میں اختلاف ابن ہشام سے نقل کرتے ہیں اور اس بارے میں کعب بن مالک کے بعض اشعار کو بطور استشہاد پیش کرتے ہیں (۲۵)۔ شرائط بیعت کے بارے میں حافظ بیہقی کی روایت ذکر کرنے کے بعد ابن اسحاق کی روایت، جو شیطان کے اعلان اور حضرت سعد کی گرفتاری کے بارے میں ہے، (۲۶) نقل کرتے ہیں۔ ان مذکورہ بالا مثالوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ حافظ ابن کثیر کی سیرت کے بنیادی ماخذ کتب حدیث، سیر ومغازی اور کتب تاریخ ہیں۔

ابن کثیر کی سیرت نبوی کی چوتھی بڑی خوبی یہ ہے کہ صحیح احادیث کی روشنی میں واقعات سیرت کو بیان کرتے ہوئے ان کے ساتھ سند حدیث اور متن کی تحقیق کرتے ہیں۔ آپ نے سند و متن کی بھی تحقیق و تنقیح کے سلسلے میں جرح و تعدیل کے ماہر علماء کے اقوال بکثرت نقل کئے ہیں۔ ان کی تاریخ کے ابتدائی حصے سے سیرت نبوی کی انتہاء تک حدیث کا گہرا رنگ نظر آتا ہے۔ وہ ایک تاریخی خبر نقل کر کے حدیث کے مختلف مصادر سے ان کے لئے شواہد و نظائر پیش کرتے ہیں اور اسی دوران اگر متن حدیث میں راوی سے کہیں کمی و بیشی واقع ہوئی تو اس پر بھرپور نقد کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر سند حدیث میں کہیں مجروح راوی آیا ہو تو علم جرح و تعدیل کی روشنی میں اس کا بھرپور جائزہ لیتے ہیں اور اسکے بعد اکثر اس پر حکم لگاتے ہیں۔ مثلاً حافظ ابن کثیر رسول اللہؐ کے اسراء و معراج کے بیان میں ایک حدیث (۲۷) بروایت "''امام مسلم عن هارون بن سعد الايلى قال حدثنا ابن وهب قال اخبرنى سليمان وهو ابن بلال قال حدثني شريك بن عبد الله بن أبي نمر قال سمعت أنس بن مالك.... الحديث" (۲۸) نقل کرتے ہیں۔ پھر اس روایت کے متن پر نقد کر کے فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے متن میں متعدد وجوہ سے غرابت ہے۔ پھر قارئین کو اپنی تفسیر میں اس پر سیر حاصل بحث کی طرف متوجہ کرتے ہیں (۲۹)۔

اسی طرح اسراء و معراج کے واقعات میں ایک اور جگہ اسی شریک بن عبداللہ بن ابی نمر کی روایت کے ان الفاظ "ثم دنا الجبار رب العزة " (اللہ تبارک وتعالیٰ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا) کی تصحیح فرماتے ہیں کہ یہ محض راوی کا اپنا خیال ہے جو اس نے حدیث میں درج کر دیا ہے(۳۰)۔

معراج کے واقعات بیان کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر جب یہ ذکر فرماتے ہیں کہ معراج منامی (خواب کی حالت میں) تھی یا جسد اطہر کے ساتھ حالت بیداری میں، تو اس بحث میں آپ اسی شریک بن عبداللہ بن ابی نمر کی روایت کے ان الفاظ "ثم استيقظت وانا فى المسجد الحرام" (پھر میں نیند سے بیدار ہوا اور اپنے آپ کو مسجد حرام میں پایا) پر گرفت فرما کر لکھتے ہیں کہ ان الفاظ کا شمار شریک بن عبداللہ بن ابی نمر کی ان چند غلطیوں میں ہوتا ہے جو شریک سے روایت نقل کرتے وقت سرزد ہوئی ہیں(۳۱)۔

رسول اللہؐ کے نسب اطہر کے بارے میں حافظ ابو بکر البیہقی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے بر سر ممبر اپنا شجرہ نسب عرب کے جد امجد عدنان تک ذکر کیا ہے(۳۲)۔آپ اس حدیث کی سند پر بحث کر کے لکھتے ہیں:

"هذا حديث غريب جدّا من حديث مالك تفرد به القدامى وهو ضعيف"(۳۳)

یعنی یہ امام مالک سے منقول روایات میں انتہائی غریب روایت ہے کیونکہ یہ روایت صرف قدامی راوی کے واسطے سے منقول ہے اور قدامی بالاتفاق ضعیف راوی ہے

حافظ ابن کثیر کی سیرت نبوی کی پانچویں خوبی یہ ہے کہ انہوں نے متقدمین علماء کے مرتبہ اور مقام کو ملحوظ خاطر رکھنے کے باوجود ان پر کھل کر گرفت کی ہے اور ان کی بھول چوک، مغالطہ اور غلط رائے پر خاموش نہیں رہے، مثلاً ابن ہشام نے ذکر کیا ہے: "ان أعشي بن قيس خرج إلي رسول الله صلى الله عليه وسلم يريد الإسلام فلما كان بمكة أو قريباً منها، اعترضه بعض المشركين من قريش فسأله عن أمره فأخبره أنه جاء يريد رسول الله فقال له يا أبا بصير، أنه يحرم الزنا، فقال الأعشى والله أن ذلك لأمر مالى فيه من أرب، فقال له يا أبا بصير فانه يحرم الخمر، فقال الاعشى اما هذه فو الله ان فى النفس منها لعلالات ولكني منصرف فأتروي منها عامى هذا ثم آتيه فأسلم، فانصرف، فمات فى عامه ذلك، ولم يعد إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم"(۳۴) اعشیٰ بن قیس بن ثعلبہ رسول اللہؐ کی خدمت میں دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی خاطر روانہ ہوئے، جب مکہ کے قریب پہنچے تو کسی مشرک قریشی نے ان سے پوچھا کہ کیونکر آنا ہوا۔ تو اس نے کہا کہ وہ رسول اللہؐ کے پاس مسلمان ہونے کے لئے آیا ہے۔ قریشی نے اعشیٰ کو پکار کر کہا اے ابو بصیر! وہ تو زنا کو حرام کہتا ہے تو اعشیٰ نے کہا

مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں، قریشی نے کہا وہ شراب کو بھی حرام کہتا ہے "اعشیٰ نے کہا اس کے دل میں ہوس ہے واپس جاتا ہوں۔امسال جی بھر کے پی لونگا۔ پھر آئندہ سال آکر مسلمان ہو جاؤں گا۔ چنانچہ وہ واپس چلا گیا اور اسی سال مر گیا اور رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا)۔ابن ہشام نے اعشی کا یہ واقعہ ہجرت سے قبل کے واقعات میں ذکر کیا ہے حافظ ابن کثیر اس پر گرفت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ ابن ہشام کی خطا ہے کہ اعشی کا قصہ اس نے یہاں بیان کیا ہے کیونکہ شراب کی حرمت کا حکم ہجرت نبوی کے بعد غزوہ بنو نظیر کے واقعہ کے بعد نازل ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ اعشی کا مسلمان ہونے کے لیے سفر، ہجرت کے بعد ہوا ہے۔ ابن ہشام کو چاہیئے تھا کہ اس واقعہ کو ہجرت کے بعد درج کرتا [۳۵]۔اسی طرح حافظ ابن کثیر ابو طالب کے مشہور قصیدہ لامیہ کے بارے میں ابن ہشام کے رائے سے متفق نہیں جس کے بارے میں ابن ہشام کا خیال ہے کہ اکثر ماہرین شعراء نے اس قصیدہ کے اشعار کا انکار کیا ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ کہتے ہیں: "هذه قصيدة عظيمة بليغة جداً لا يستطيع يقولها إلا من نسبت إليه، وهى أفحل من المعلقات السبع، وأبلغ فى تأدية المعنى فيها جميعها" [۳۶]۔(کہ یہ عظیم الشان قصیدہ نہایت فصیح و بلیغ ہے اس قصیدہ کا قائل وہی ہو سکتا ہے جس کی طرف منسوب ہے یہ قصیدہ سبعہ معلقہ سے الفاظ کے لحاظ سے اعلیٰ اور معانی کی حیثیت سے نہایت فصیح و بلیغ ہے)۔

حافظ ابن کثیرؒ " صحابہ میں اولین مسلمان کے عنوان " سے ابن اسحٰق سے روایت نقل کرتے ہیں "أن أبابكر الصديق لقي رسول الله فقال: أحق ما تقول قريش يا محمد؟ من تركك آلهتنا، وتسفيهك عقولنا، وتكفيرك آبائنا؟ فقال رسول الله بلى ان رسول الله ونبيه بعثنى لا بلغ رسالة وأدعوك إلى الله بالحق فو الله انه للحق، أدعوك يا أبابكر إلى الله وحده لا شريك له، ولا تعبد غيره والموالاة على طاعته وقرأ عليه القرآن، فلم يقر ولم ينكر فأسلم" [۳۷] "ابو بکر صدیق نے رسول اللہؐ سے ملاقات کے دوران عرض کی کہ قریش آپ سے جو باتیں منسوب کرتے ہیں کیا وہ درست ہیں؟ وہ یہ کہ آپ ہمارے معبودوں کو باطل، ہماری عقلوں کو ناقص اور ہمارے آباؤاجداد کو گمراہ کہتے ہیں۔ رسول پاکؐ نے فرمایا کہ ابو بکر میں اللہ کا رسول اور اس کا نبی ہوں۔اللہ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے کہ میں اس کا پیغام پہنچا دوں اور تجھے اللہ کی طرف سچی دعوت دوں۔ واللہ یہ بالکل سچ ہے اے ابو بکر! میں آپ کو اللہ وحدہٗ لا شریک کی طرف دعوت دیتا ہوں، پھر ان کو اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کی پرستش نہ کرنے اور صرف ایک اللہ کی عبادت کرنے کی تلقین کی اور ان کو قرآن کریم کا کچھ حصہ سنایا تو حضرت ابو بکر صدیق نے فلم يقر ولم ينكر (یعنی نہ اقرار کیا اور نہ انکار بلکہ متذبذب تھے، کوئی فیصلہ نہ کر پائے اور بعد میں آپ دائرہ اسلام میں

داخل ہوئے)۔حافظ ابن کثیرؒ نے ابن اسحٰق کے مذکورہ الفاظ فلم یقر ولم ینکر "یعنی نہ اقرار کیااور نہ انکار" کے ساتھ اتفاق نہیں کیااور لکھاہے کہ ابن اسحٰق کے مذکورہ الفاظ صحیح نہیں کیونکہ دیگر آئمہ کے علاوہ خود ابن اسحٰق سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایاکہ میں نے جس کو بھی دعوت دی تواس نے تامل اور تردد کیامگر ابو بکر نے کچھ جھجک اور دیر نہ کی اور فوراًاسلام قبول کر لیا۔

حافظ ابن کثیرؒ کی سیرت نبوی کی چھٹی خصوصیت اختصار و جامعیت ہے۔ تاریخ و سیرت نگاری کا یہ اولین اصول ہے کہ موضوع کے متعلق جس قدر کتابیں دستیاب ہوں ان کامطالعہ کیا جائے، لیکن ان میں سے صرف وہی واقعات اخذ کئے جائیں جو معیار تحقیق پر پورے اتریں، بلا ضرورت نقل حرفی سے کام نہیں لینا چاہئے۔ سیرت نبوی کی تشکیل کے وقت حافظ ابن کثیرؒ نے یہی اصول سامنے رکھا ہے۔ انھوں نے اپنے مصادر سیرت میں سے کسی کو بھی آنکھ بند کرکے قبول یا رد نہیں کیا ہے بلکہ انہوں نے ہمیشہ حتی المقدور مسلسل اور مربوط سیرت نگاری کا لحاظ رکھتے ہوئے ان سے معلومات حاصل کی ہیں اور بوقت ضرورت ان پر گرفت بھی کی ہے۔ ایک واقعہ کے متعلق تمام روایات اپنے سامنے رکھ کر اختصار و تلخیص، حذف واضافہ، تقدیم و تاخیر سے کام لیتے ہوئے تکرار سے حتی لامکان گریز کیا ہے لیکن جب کسی روایت میں کوئی خاص بات مقصود ہو وہاں روایت کو مکرر ذکر فرماتے ہیں۔

حافظ ابن کثیر کی سیرت نبوی کی ساتویں خصوصیت بیان نوع الحدیث ہے۔آپ سند و متن دونوں کی تحقیق کرکے حدیث کی صفت، صحیح، حسن، غریب، منکر، موقوف، مرسل وغیرہ کہہ کر حدیث کی نوعیت کو ذکر کرتے ہیں۔ مثلاًآپ نے شمائل نبوی کے ذکر میں حافظ ابو یعلی الموصلی کے واسطے سے اس سند سے حدیث نقل کی ہے۔ حدثنا بسر، حدثنا جلیس بن غا لب، حدثنا سفیان الثوری ، عن ابی الزناد، عن الاعرج ،عن ابي هريرة (الحديث)[۳۸]۔اس کو نقل کرنے کے بعد آپ فرماتے ہیں: هذا حديث غريب جداً (یہ حدیث انتہائی غریب ہے)۔اسی طرح یہ روایت "قال الحافظ ابن عساكر قال أخبرنا أبو محمد عن طاؤس أخبرنا عاصم بن الحسن أخبرنا أبو عمروبن مهدى أخبرنا أبو العباس ابن عقدة، حدثنا أحمد بن يحي الصوفي حدثنا عبد الرحمن بن شريك، حدثني أبي عن عروة بن عبد الله بن قشير قال دخلت على فاطمه بنت علي، (الحديث)[۳۹]۔ حافظ ابن کثیر اس کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔"هذا حديث منكر وفيه غير واحد من مجاهيل" (یہ روایت منکر ہے کیونکہ اس میں متعدد مجھول راوی ہیں)۔ مشہور محدث ابن شاہین کا بیان ہے کہ یہ روایت ابن عقدہ کا ہے جو کہ خود روایات گھڑتا تھا، انتہائی سخت رافضی تھااور صحابہ کرام پر نکتہ چینی کرتا تھا[۴۰]۔اسی طرح معجزات کے بیان میں امام احمد سے اس سند کے ساتھ نقل کرتے

ہیں۔"حدثنا امام احمد، حدثنا یحی بن حماد، حدثنا أبو عوانه عن الاسود بن قیس عن نبیح العزي أن جابر بن عبد الله قال (الحدیث)"[۴۱]۔

اس کو نقل کرنے کے بعد آپ فرماتے ہیں"ھذا اسناد جید تفرد به أحمد"(اس حدیث کی سند درست ہے مگر اس میں امام احمد متفرد ہیں)۔اسی طرح ایک حدیث کی اگر کئی اسناد ہوں تو آپ وہ بھی بیان کرتے ہیں، نیز متن حدیث میں اگر رواۃ کا اختلاف ہو تو اس کی بھی نشاندہی کرتے ہیں۔

حافظ ابن کثیرؒ کی سیرت نبوی کی آٹھویں خصوصیت جمع و تطبیق بین الروایات ہے۔حافظ ابن کثیر نے گہرے تفکر وتدبر اور تحقیق و جستجو کے بعد البدایہ والنھایہ میں بہت سی متعارض ومتناقض روایات کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کے درمیان مطابقت پیدا کی ہے۔ متضاد روایات کی نشاندہی اور ان کے درمیان مطابقت پیدا کرنا مؤلف کی دقت نظر اور بصیرت پر دال ہے۔یہ علم حدیث کا نہایت اہم فن ہے اور اس فن کا مقصد یہ ہے کہ دو بظاہر متضاد المعنی احادیث میں جمع و توفیق کی کوشش کی جائے یا ایک کو راجح اور دوسری کو مرجوح قرار دیا جائے۔مثلاً صحیحین کی روایت جو جابر بن عبداللہ سے منقول ہے کہ رسول اللہؐ پر پہلے وحی سورۃالمدثر کی ابتدائی آیتیں"یأیھا المدثر سے والرجز فاھجر تک نازل ہوئی تھی(۴۲)اس کے برعکس دیگر مشہور روایتوں میں سورۃعلق کی ابتدائی چار آیتوں کا ذکر ہے[۴۳]۔حافظ ابن کثیر ان متضاد روایات میں تطبیق کرکے فرماتے ہیں کہ جابر بن عبداللہ کی متفق علیہ روایت فترۃوحی یعنی بندش وحی کے بارے میں ہے، یہ مطلقاً پہلی وحی نہ تھی بلکہ وحی کی بندش کے بعد پہلے نازل ہونے والی سورت، سورۃ مدثر تھی[۴۴]۔

حافظ ابن کثیرؒ کی سیرت نبوی کی نویں خصوصیت یہ ہے کہ آپ سیرت نگاری کے ساتھ ضمناً بعض اوقات حسب موقع دلچسپ معلومات بھی فراہم کرتے ہیں۔ تفسیر و حدیث ، ناسخ و منسوخ ، فقہ ، کلام، اشعار و قصائد اور دیگر مختلف علوم و فنون پر سابق مؤلفین کے جمع کئے ہوئے لامتناہی مواد کو سمونے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً غزوہ بنو نظیر کے واقعات کے ذکر میں شراب کی حرمت کا ذکر[۴۵]، غزوہ بنو لحیان بمقام عسفان میں نماز خوف کا بیان[۴۶]، غزوہ خندق کے ضمن میں صلوٰۃالوسطیٰ کی تعیین اور عین لڑائی کے دوران اگر نماز کا وقت ہو جائے تو نماز ادا کرنے یا مؤخر کرنے کے بارے میں آئمہ کرام کے مختلف اقوال بھی غزوہ خندق کے واقعات کے ضمن میں بیان کئے ہیں[۴۷]۔ غزوہ خندق اور غزوہ بنو قریظہ کی تفصیلات ذکر کرنے کے بعد آپ نے ان دونوں غزوات کے بارے میں مختلف شعراء کے قصائد اور اشعار نقل کئے ہیں[۴۸]۔غزوہ خیبر کے بیان میں گدھے کے گوشت کے حرام ہونے پر جمہور سلف کا اجماع نقل کرنے کے

ساتھ بعض ان علماء کی آراء کو بھی ذکر کیا ہے جو کہ اس کے مباح ہونے کے قائل ہیں۔اس کے بعد گھوڑے کا گوشت کھانے میں رخصت یا کراہت اور کچے لہسن کے کھانے کی حرمت یا کراہت کا ذکر کیا ہے[۴۹]۔اس کے ساتھ نکاح متعہ کی حرمت یا اباحت کے بارے میں تفصیلًا ذکر کیا ہے[۵۰]۔ ہجرت کے دسویں سال کے واقعات میں دور دراز تک مبلغین اسلام کا بھیجنا بھی ذکر کیا ہے، اسی طرح کافر بھائی کی وراثت کا مسئلہ اور اس بارے میں مجتہدین کرام کا اختلاف بمع ادلہ ذکر فرماتے ہیں[۵۱]۔ حافظ ابن کثیرؒ کے اس طریقہ کار سے اسلام کی مرحلہ وار تشریعی تشکیل کے بارے میں قارئین کو اہم معلومات مل سکتی ہیں۔

حافظ ابن کثیر کی سیرت نبوی کی دسویں خصوصیت یہ ہے کہ سیرت نبوی کے واقعات و حالات کا تذکرہ سن وار ہے۔ سال بہ سال حالات و حوادث، غزوات اور اہم شخصیتوں کے حالات جیسے جیسے پیش آتے گئے، بیان کئے گئے ہیں، جس کا فائدہ یہ ہے کہ ایک واقعہ سے متعلق تمام مواد ایک جگہ مل جاتے ہیں۔

یہ تو ان پہلوؤں کا بیان تھا جن کو البدایہ والنہایہ کے محاسن کے فہرست میں شامل کیا جاسکتا ہے لیکن دوسری طرف اس حقیقت سے بھی صرف نظر نہیں کیا جاسکتا کہ البدایة والنهاية میں کثرت سے ضعیف روایات در آئی ہیں جن میں سے بعض تو ایسی ہیں جن پر خود حافظ ابن کثیرؒ نے گرفت کی ہے لیکن بعض ایسی روایات بھی ہیں جن پر آپ نے خاموشی اختیار فرمائی ہے، اس قسم کی روایتیں البدایة والنهاية میں جابجا ملتی ہیں، مثلًا رسول اللہؐ کے نسب مبارک کے بیان میں آپ نے سولہ روایات باقاعدہ سند کے ساتھ ذکر کی ہیں جن میں سے سات روایات قوی اور نو روایات مجروح ہیں۔ان مجروح روایات میں سے چھ روایتوں پر آپ نے خود جرح کی ہے جبکہ تین روایات ایسی ہیں جن پر آپ نے سکوت اختیار فرمایا ہے۔ وہ ضعیف روایات جن پر آپ نے سکوت اختیار فرمایا ہے درج ذیل ہیں:

"١. رواه البيهقى عن الأصم عن محمد بن اسحاق الصنعانى عن يحى بن أبى بكير عبد الغفار بن القاسم عن جعفر بن محمد عن أبيه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أن الله أخرجنى من النكاح ولم يخرجنى من السفاح"[۵۲]۔

امام بیہقی نے اصم سے روایت نقل کی ہے، انھوں نے محمد بن اسحٰق الصّنعانی سے، انھوں نے یحیٰی بن ابی بکیر سے، انھوں نے عبدالغفار بن القاسم سے انھوں نے جعفر بن محمد سے، انہوں نے اپنے والد سے بیان کیا کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرا ظہور نکاح سے کیا ہے زنا سے نہیں)۔

اس حدیث کی سند میں ضعیف راوی عبدالغفار بن القاسم ہیں۔ان کی کنیت ابو مریم الانصاری ہے۔حافظ ذہبی کہتے ہیں کہ یہ ثقہ نہیں بلکہ رافضی ہیں۔امام علی بن المدینی جو فن رجال میں امام بخاری،ابو داوٗد اور امام نسائی کے استاذ ہیں فرماتے ہیں یہ شیعیوں کے رئیس (مجتہد) تھے،احادیث وضع کرتے تھے۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں۔امام بخاری کہتے ہیں یہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔امام شعبہ کا بیان ہے کہ میں نے ابو مریم کی ایک بات پر سماک الحنفی کو یہ الفاظ کہتے سنا ہے، "اللہ کی قسم تو جھوٹ بولتا ہے"۔ عبدالواحد بن زیاد کا بیان ہے کہ ابو مریم نے ایک روز لوگوں کے سامنے قرآن کی ایک آیت کی تفسیر کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا کہ رسول اللہؐ اپنی امت کے اعمال دیکھنے کے لیے دنیا میں تشریف لائیں گے، میں نے اس سے کہا تو جھوٹ بولتا ہے۔تو وہ ڈھیٹ بن کر بولا کہ تو مجھے جھٹلاتا ہے۔ابو داوٗد طیالسی کا بیان ہے کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ابو مریم جھوٹے ہیں، میں ان سے ملا ہوں اور میں نے اس کی باتیں سنی ہیں اس کا نام عبد الغفار بن قاسم ہے۔امام احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ ہم ابو عبیدہ سے احادیث سننے جایا کرتے تھے لیکن جب کبھی ابو مریم کی روایات بیان کرنا چاہتے تھے، تو لوگ شور مچا دیتے تھے، یعنی کوئی ان کی روایات سننا نہیں چاہتا تھا، نیز امام احمد یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ حضرت عثمان کی برائیوں میں روایات بیان کیا کرتا تھا۔ابو حاتم اور امام نسائی کہتے ہیں یہ متروک الحدیث ہے۔عفان نے بھی اس کی روایات قبول نہیں کیں(۵۳)۔امام شعبہ نےاس سے ابتداء میں روایات سنی تھیں لیکن جب ان پر اس کا جھوٹ کھلا تو انہوں نے اس سے روایات لینا چھوڑ دیا۔ابن عدی فرماتے ہیں کہ یہ احادیث وضع کیا کرتے تھے(۵۴)۔

۲. روواہ ابن عساکر من حدیث أبی عاصم عن شبیب عن عکرمہ عن ابن عباس فی قولہ تعالی وتقلبك فی الساجدین.(۵۵). قال من نبی إلی نبی حتي خرج نبیا(۵۶)۔ (ابن عساکر نے ابی عاصم سے روایت نقل کی ہے۔انہوں نے شبیب سے،انہوں نے عکرمہ سے،انہوں نے ابن عباس سے، کہ ابن عباس وتقلبك فی الساجدین کی تفسیر میں بیان کرتے تھے کہ آپ ﷺ آغاز دنیا سے نبیوں کی نسل میں چلے آئے حتی کہ آپ نبی پیدا ہوئے)۔اس حدیث کی سند میں شبیب بن بشر مجروح راوی ہے۔ مشہور محدث ابن معین نے کہا ہے کہ وہ ثقہ ہیں لیکن ابی عاصم کے علاوہ اور کسی نے ان سے روایات نہیں لیں۔ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ حدیث میں نرم تھے۔ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے لیکن کہا ہے کہ وہ اکثر غلطی کرتے تھے(۵۷)۔

۳. وروى الحاكم والبيهقى من حديث موسى بن عبيدة، حدثنا عمر بن عبد الله نوفل عن الزهرى عن أبى أسامة أو أبى سلمة عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لى جبريل قلبت الأرض من مشارقها ومغاربها فلم أجد رجلاً أفضل من محمد وقلبت الأرض مشارقها ومغاربها فلم أجد أفضل من بن هاشم[۵۸]- (امام حاکم اور امام بیہقی نے موسیٰ بن عبیدہ سے نقل کیا ہے کہ انہیں حدیث بیان کی عمر بن عبداللہ بن نوفل نے، انہیں امام زہری نے، انہیں ابی اسامہ یا ابی سلمہ نے، انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جبریلؑ نے کہا کہ میں نے روئے زمین کو مشرق تا مغرب چھان مارا لیکن محمد ﷺ سے افضل کسی کو نہ پایا اور میں نے دنیا کا مشرق و مغرب خوب ٹٹولا، بنی ھاشم سے کسی کو بہتر نہ پایا)۔اس حدیث کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ الربذی ضعیف راوی ہے ان کے بارے میں حافظ یوسف المزی نے محدثین کے یہ اقوال نقل کئے ہیں: محمد بن اسماعیل الصائغ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے سنا ہے جو کہہ رہے تھے کہ جائز نہیں کہ موسیٰ بن عبیدۃ الربذی سے روایت نقل کی جائے۔ابو ذرعہ نے کہا ہے کہ حدیث میں قوی نہیں تھے۔ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ منکر روایتیں بیان کرتے تھے۔امام ترمذی نے کہا ہے کہ وہ حدیث میں انتہائی ضعیف تھے۔امام نسائی نے کہا ہے کہ وہ ثقہ نہیں تھے۔محمد بن سعد نے کہا ہے کہ وہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے لیکن حجت نہیں تھے۔یعقوب بن شیبہ نے کہا ہے کہ وہ سچے تھے لیکن حدیث میں انتہائی ضعیف تھے۔بہت سے لوگ ان سے حدیث میں خلط ملط ہونے کی وجہ سے روایات نقل نہیں کیا کرتے تھے[۵۹]۔

اس پوری علمی بحث سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ البدایہ والنھایہ میں سیرت کے بارے میں ایک وسیع ذخیرہ موجود ہے۔اس کتاب میں سیرت کے واقعات مربوط طریقے سے تحریر کئے گئے ہیں، جن کے اندراج کیلئے ان کی صحت کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے۔کتاب کے منتخب مندرجات سے تاہم اس بات کا اندازہ کرنا مشکل ہے کہ اس علمی کام میں ضعیف روایات سے کلی طور پر گریز نہیں کیا گیا، لیکن یہ بھی سچ ہے کہ ان کی تعداد بہت زیادہ نہیں اور اس سے کتاب کی افادیت پر کوئی حرف نہیں آتا حافظ ابن کثیر نے سیرت نگاری میں جس تحقیقی منہج کو اختیار کیا ہے اس کو مختصراً درج ذیل نکات کے تحت بیان کیا جاسکتا ہے:

۱: محدثین اور اہل سیر کی روایات کا حسین امتزاج۔
۲: ضعیف روایت پر نقد و جرح۔
۳: متعارض و متناقض روایات میں جمع و تطبیق۔

۴:	صحیح روایات کی روشنی میں واقعات سیرت کو بیان کرنا۔

۵:	روایات ودرایت کے اصولوں کے مطابق واقعات سیرت پر نقد وجرح۔

۶:	شواہد حدیث (حدیث کی تقویت دوسری حدیث سے)۔

۷:	بیان نوع الحدیث۔

۸:	اختصار وجامعیت۔

۹:	روایات میں ابہام کاازالہ۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔	البدایۃ والنھایۃ، ج ۲، ص ۱۲۰ تا ج ۴، ص ۲۲۷ میں سیرت نبوی کے بارے میں معلومات یکجا کی گئی ہیں.

۲۔	القرآن، سورۃ الانعام: ۱۲۴

۳۔	القرآن، سورۃ الانعام، ۱۲۲

۴۔	البدایۃ والنھایہ، ج ۲، ص ۳۳۳۔

۵۔	ابن جریر الطبری، تاریخ طبری، ج ا، ص ۳۰۱-۳۰۲

۶۔	محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، ذکر بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ، ج ا، ص ۳

۷۔	ایضاً، باب ذکر بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ، ج ا، ص ۵

۸۔	البدایۃ والنھایۃ، ج ۲، ص ۳۳۵

۹۔	ایضاً

۱۰۔	البیہقی، احمد بن حسین، دلائل النبوۃ، ج ۲، ص ۱۳۲

۱۱۔	ابن ہشام، عبدالملک بن ھشسام، الحمیری، السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، ج ا، ص ۲۵۱

۱۲۔	البدایۃ والنھایۃ، ج ۲، ص ۳۳۵۔۳۳۸

۱۳۔	امام ترمذی، محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، کتاب الرؤیا، باب ماجاء فی رؤیا النبی المیزان والدلوا، ج ۴، ص ۵۴۰

۱۴۔	البدایۃ والنھایۃ، ج ۲، ص ۳۴۲

۱۵۔	ابن عساکر، علی بن حسین، تاریخ دمشق، ج ۲، ص ۲۷۴

۱۶۔	البیہقی، احمد بن حسین، دلائل النبوۃ، باب اول سورۃ نزلت من القرآن، ج ۲، ص ۱۵۸

۱۷۔ ابن ہشام۔السیرۃالنبویۃلابن ہشام،ج۲،ص۴۳۔۴۴

۱۸۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ، عبداللہ بن مسعود اور ان کے پیروکار اس طرف گئے ہیں کہ شب معراج میں آنحضرت ﷺ کو ظاہری آنکھوں سے دیدار خداوندی نہیں ہوئی۔ تاہم عبداللہ بن عباس اور دیگر صحابہؓ کی آراء اس کے برعکس ہیں۔

۱۹۔ البدایۃ والنھایۃ،ج۲،ص۴۷۷۔۴۷۸

۲۰۔ امام بخاری الجامع الصحیح بخاری، باب المعراج،ج۵،ص۱۴۶

۲۱۔ ابن ہشام،السیرۃالنبویۃلابن ہشام،ج۲،ص۸

۲۲۔ البیہقی، دلائل النبوۃ، باب ذکر عقبۃالثانیۃ،ج۲،ص۴۴۲

۲۳۔ ابن کثیر البدایۃ والنھایۃ،ج۲،ص۵۳۷

۲۴۔ ایضاً

۲۵۔ ایضاً۔ج۲،ص۵۳۹

۲۶۔ ایضاً،ج۲،ص۵۴۲۔۵۴۳

۲۷۔ ایضاً،ج۲،ص۵۷۴

۲۸۔ امام مسلم،الجامع الصحیح مسلم،کتاب الایمان، باب الاسراء برسول اللہ ﷺ ،ج۱،ص۱۰۲

۲۹۔ ابن کثیر،البدایۃ والنھایۃ،ج۲،ص۴۷۴

۳۰۔ ایضاً،ج۲،ص۴۷۵

۳۱۔ ایضاً،ج۲،ص۴۷۷

۳۲۔ البیہقی، دلائل النبوۃ،ج۱،ص۱۷۴

۳۳۔ ابن کثیر،البدایۃ والنھایۃ،ج۲،ص۲۰۸

۳۴۔ ابن ہشام،السیدۃالنبوۃلابن ہشام،ج۲،ص۲۵۔۲۷

۳۵۔ ابن کثیر،البدایۃ والنھایۃ،ج۲،ص،۴۶۲

۳۶۔ ایضاً،ج۲،ص۴۰۵

۳۷۔ ایضاً،ج۲،ص۴۶۴۔۴۶۵

۳۸۔ ایضاً،ج۴،ص۳۹۴

۳۹۔ ایضاً،ج۴،ص۴۶۰

۴۰۔ ایضاً

۴۱۔ ایضاً،ج۴،ص۴۷۳

۴۲۔ امام بخاری، الجامع الصحیح بخاری، ج۶، ص ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ وامام مسلم، صحیح مسلم، ج۱، ص۹۹

۴۳۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۲، ص ۳۳۳، وامام بخاری، الجامع الصحیح بخاری، ج۱، ص ۳-۲، کتاب بدء الوحی، بیان کیفیۃ الوحی۔

۴۴۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۲، ص۳۵۱

۴۵۔ ایضاً، ج ۳، ص۲۱۸

۴۶۔ ایضاً ج، ۴، ص ۲۲۶

۴۷۔ ایضاً، ج ۳، ص ۲۶۰۔۲۶۱

۴۸۔ ایضاً، ج ۳، ص ۲۸۶۔ ۲۹۴

۴۹۔ ایضاً، ج ۳، ص ۳۶۶۔۳۶۷

۵۰۔ ایضاً، ج ۳، ص، ۳۶۷۔۳۶۹

۵۱۔ ایضاً، ج، ۴، ص ۱۰۔۱۱

۵۲۔ ایضاً، ج ۲، ص۲۰۹

۵۳۔ حافظ ذھبی، میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۶۴۰

۵۴۔ ابن عدی، الکامل، ج، ۵ ص ۱۹۶۴

۵۵۔ القرآن،

۵۶۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۲، ص، ۲۰۹

۵۷۔ ابن حجر، تھذیب التھذیب، ج ۲، ص ۴۷۸

۵۸۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۲، ص ۲۱۱۔ ۲۱۲

۵۹۔ حافظ یوسف المزی، تہذیب الکمال، ج۲۹، ص ۱۰۴۔ ۱۱۳، رقم ۶۲۸۰، و ابن عدی، الکامل، ج۶، ص ۲۳۳۳۔ ۲۳۳۶

مراجع و مصادر:

۱۔ القرآن الکریم

۲۔ ابن کثیر، عماد الدین اسمٰعیل بن کثیر، البدایۃ والنھایۃ دارلفکر بیروت، ۱۹۹۷ء

۳۔ الطبری، محمد بن جریر، تاریخ طبری، مکتبہ خیاط بیروت سن طباعت نامعلوم

۴۔ البخاری، محمد بن اسمٰعیل، الجامع الصحیح بخاری، مکتبۃ الثقافۃ بیروت، سن طباعت نامعلوم

۵۔ البیہقی، احمد بن حسین، دلائل النبوۃ، دار لکتب العلمیہ بیروت ۱۹۸۵

۶۔ ابن ہشام، عبدالملک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، مطبعہ مصطفیٰ البانی منشورات مصطفوی قم ایران ۱۹۳۶

۷۔ الترمذی، محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، مطبع دار عمران بیروت سن طباعت نامعلوم

۸۔ ابن عساکر، علی بن حسین، تاریخ دمشق، دار الفکر بیروت ۱۹۹۷ء

۹۔ امام مسلم، ابوالحسن مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح مسلم، دار الجیل بیروت، سن طباعت نامعلوم

۱۰۔ الذھبی، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان، میزان الاعتدال، مکتبہ الاثریہ شیخوپورہ پاکستان سن طباعت نامعلوم۔

۱۱۔ ابن عدی، عبداللہ بن عدی الجرجانی، الکامل فی ضعفاء الرجال، المکتبہ الاثریہ شیخوپورہ پاکستان سن طباعت نامعلوم

۱۲۔ ابن حجر، احمد بن علی بن حجر، تہذیب التھذیب، داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۹۹۳ء

۱۳۔ المزی، جمال الدین یوسف، تہذیب الکمال، موسستۃ الرسالہ بیروت ۱۹۹۲